صحیح مسلم کی ایک حدیث کا تعلیلی و تحقیقی جائزہ

Explanatory and Research Overview on a Hadith of "Sahih Muslim"

حافظ مسعود قاسم☆

ڈاکٹر حافظ محمد شریف شاکر☆☆

Abstract

The word "illat" is derived from "illah" which means "hidden fault or illness". In the field of Hadith, "illat" means such a hidden fault, if this fault is proved in sanad (Channel of Transmitters) and Matan (Text), that particular hadith is called "Zaeef". This fault is well acquainted only to the experts of Hadith.

In the present research paper the authors have pointed out the concept of Imam Hakim who pointed out various such points as "illat" is existed there. Imam Hakim has claimed "illah" (hidden fault) in the following Hadith where as various researches of Muhaddiseen prove that there is no "illat" (hidden fault) is found in this Hadith. Therefor this Hadith is Sahih & Correct one.

حدیث

حدثنا محمد ابن مهران الرازی قال نا الولید بن مسلم قال نا الاوزاعی عن قتادة انه كَتَبَ الیه یخبرہٗ عن انس بن مالك انه حدّثه قال صلیتُ خلف النبی صلی الله علیه وسلم و أبی بکر و عمر و عثمان فکانوا یستفتحون بالحمد لله رب العلمین لایذکرون بسم الله الرحمٰن الرحیم فی اوّل قراءة ولا فی آخرہ۔

☆ لیکچرر شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف ایگریکلچر، فیصل آباد، پاکستان۔

☆☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر (ر) جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔

علت حدیث

محدثین کی اصطلاح میں عام طور پر علت حدیث سے ایسے غامض اور خفی اسباب مراد لئے جاتے ہیں جو حدیث کی صحت میں قادح ہوں، باوجود اس کے کہ حدیث ظاہری طور پر اس سے صحیح و سلامت ہو، اور اس میں ظاہری طور پر جرح کا کوئی دخل نہ ہو۔ اور ان اسباب سے ایسی صحیح سند کی طرف رسائی حاصل ہو جائے جس کے رجال ثقہ ہوں اور وہ (سند) شروطِ صحت کی جامع ہو[1]۔

پس ثابت ہوا کہ جس حدیث میں علت پائی جائے اسے "معلّل" یا "معلول" کہا جاتا ہے۔

معرفت علل حدیث کا علم

یہ علم، صحیح و سقیم اور جرح و تعدیل کے علم کے علاوہ ایک مستقل علم ہے[۲]۔

یہ علم، علم حدیث میں نہایت دقیق اور مشکل سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے وفیات و موالید اور لقاء و عدم لقاء کی معرفت پر عبور حاصل کرنے کے علاوہ طُرُقِ حدیث اور رُواۃِ حدیث کے اختلاف اور اُن کے ضبط و اتقان سے خوب باخبر ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے محدثین کہتے ہیں کہ یہ فن، علوم حدیث میں نہایت دقیق اور مشکل ترین ہے، بلکہ ان علوم کا سردار اور سب سے زیادہ شرف و فضیلت والا ہے۔ اس علم پر صرف وہی لوگ قدرت حاصل کر سکتے ہیں جو حفظِ حدیث اور اطلاع حدیث کے اہل، اور روشن فہم کے مالک ہوں۔ اسی لئے اس فن میں ابن مدینیؒ، احمد بن حنبلؒ، بخاریؒ، یعقوب بن شیبہؒ، ابو حاتمؒ، ابو زرعہ رازیؒ، ترمذیؒ اور دار قطنیؒ جیسے (ائمہ) کے سوا کوئی گفتگو نہیں کر سکا[۳]۔

علت کی پہچان کا طریقہ

عِلَل کی پہچان، طرقِ حدیث جمع کرنے، رواۃ حدیث کے اختلاف اور ان کے ضبط و اتقان پر نظر رکھنے سے ہوتی ہے۔ اس شان کے عالم و عارف کو اللہ تعالیٰ یہ ملکہ عطا فرماتے ہیں کہ وہ پہچان لیتا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے۔ وہ اپنے تجربہ اور یقین کی بنا پر حدیث کی عدم صحت کا حکم لگا دیتا ہے یا تردّد کی وجہ سے اس میں توقف اختیار کر لیتا ہے[۴]۔

محلِّ قدح کے اعتبار سے علت کی اقسام

علت اکثر اسناد میں ہوتی ہے اور کبھی کبھی متن میں پائی جاتی ہے۔ جو علت اسناد میں ہوتی ہے وہ کبھی تو صحت سند و متن دونوں میں اور کبھی خاص صحت سند میں قادح ہوتی ہے[۵]۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ جب علت اسناد میں واقع ہو تو وہ کبھی قادح ہوتی ہے اور کبھی قادح نہیں ہوتی۔ اور یہی بات علت فی المتن کے بارے میں ہے [۶]۔ اس لحاظ سے اس کی درج ذیل چھ اقسام بنتی ہیں:

۱- علت اسناد میں واقع ہو گی، اور مطلقاً قادح نہیں ہو گی۔ اس کی مثال ایسی حدیث ہو گی جسے مدلّس راوی نے عنعنہ کے ساتھ روایت کیا ہو۔ ایسی حدیث کی قبولیت سے توقف لازم ہوتا ہے، یعنی ایسی حدیث "متوقف فیہ" ہوتی ہے۔ لیکن جب یہ حدیث کسی اور طریق سے دستیاب ہو جائے، جس میں سماع کی صراحت پائی جائے تو علت کا غیر قادح ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی جب اسناد میں اس کے بعض رُواۃ پر اختلاف پایا جائے تو بظاہر اس کی قبولیت سے توقف لازم ہوتا ہے، البتہ اگر اہل حدیث کے طریقے کے مطابق، مختلف الاسناد قرائن کے ذریعے سے ان طرق کو جمع کرنا ممکن ہو، تو ایسی علت کا غیر قادح ہونا واضح ہو جاتا ہے [۷]۔

اس کی مثال صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے:

حدثنا محمد ابن مهران الرازی قال نا الولید بن مسلم قال نا الاوزاعی عن قتادة انه كَتَبَ الیه یخبرهُ عن انس بن مالك انه حدّثه قال صلیتُ خلف النبی صلی الله علیه وسلم و أبی بكر و عمر و عثمان فكانوا یستفتحون بالحمد لله رب العلمین لایذكرون بسم الله الرحمٰن الرحیم فی اوّل قراء ة ولا فی آخره [۸]۔

۲- علت اسناد میں واقع ہو گی اور صرف اسناد میں قادح ہو گی۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے:

یعلٰی بن عبید عن سفیان الثوری عن عمرو بن دینار عن ابن عمر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال البیعان بالخیار [۹]۔

یہ اسناد نقل العدل عن العدل کے ساتھ متصل ہے، حالانکہ یہ مُعَلَّلُ اور غیر صحیح ہے۔ اور متن بہر حال صحیح ہے۔ راوی (یعلٰی بن عبید) کے "عن عمرو بن دینار" کہنے کے سبب علت واقع ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ "عن عبد اللّٰہ بن دینار عن ابن عمر" ہے [۱۰]۔

سفیان ثوری کے شاگرد ائمہ نے اس حدیث کو سفیان سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور یعلٰی بن عبید نے وہم کے سبب عبد اللّٰہ بن دینار کی بجائے عمرو بن دینار کہہ دیا، حالانکہ یہ دونوں ثقہ ہیں [۱۱]۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہاں ثقہ راوی، ثقہ راوی سے بدل دیا گیا ہے۔ اس لئے اسے مقلوب کی قسم شمار کرنا زیادہ لائق ہے [۱۲]۔

۳- علت اسناد میں واقع ہو گی اور بیک وقت اسناد اور متن میں قادح ہو گی۔ مثلاً موصول کو مرسَل بنا دیا جائے یا مرفوع کو موقوف بنادیا جائے(۱۳)۔

۴- علت متن میں واقع ہو گی اور متن و اسناد میں قادح نہیں ہو گی۔ اس کی مثال صحیحین کی بعض احادیث کے بہت سے الفاظ میں اختلاف کا واقع ہونا ہے، جبکہ ان الفاظِ مختلفہ کا ایک ہی معنی و مفہوم بن سکتا ہو، تو اس صورت میں علت سے قدح جاتی رہے گی(۱۴)۔

یعنی علت، متن اور اسناد دونوں سے جاتی رہے گی۔

۵- علت، متن میں واقع ہو گی اور بیک وقت متن اور سند میں قادح ہو گی۔ اس کی مثال ایسی حدیث بنتی ہے جسے راوی اپنے ظنّی معنٰی کے ساتھ روایت کرے جو (ظنّی معنٰی) درست نہ ہو، اور لفظِ حدیث سے مراد اس معنٰی کے سوا کچھ اور ہو۔ چونکہ اس سے راوی میں قدح لازم آتی ہے، اس لئے یہ اسناد کو بھی معلّل بنا دیتی ہے(۱۵)۔ جیسا کہ امام ابو موسیٰ محمد بن مثنیٰؒ (جن کا تعلق قبیلہ عنزسے ہے) نے اس حدیث میں جس میں یہ الفاظ آئے ہیں: "ان النبی صلی الله علیه وسلم صلّی الٰی عنزة".

اسے عدم فہم کے سبب سے کہا: "نحن قوم لنا شرف نحن من عنزة التی هي قبیلة قد صلّی النبی صل الله علیه وسلم إلینا" حالانکہ جس عنزہ کی طرف آپ ﷺ نے منہ کر کے نماز پڑھی تھی، اس سے مراد عصا یا حربہ ہے(۱۶)۔

۶- علت متن میں واقع ہو گی اور سند کے علاوہ متن میں بھی قادح ہو گی۔(۱۷) اس کی مثال یہ حدیث ہے جسے ولید بن مسلم کی روایت سے صرف امام مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> حدثنا محمد ابن مهران الرازی قال نا الولید بن مسلم قال نا الاوزاعی عن قتادة انه كَتَبَ الیه یخبرهٗ عن انس بن مالك انه حدّثه قال صلیتُ خلف النبی صلی الله علیه وسلم و أبی بکر و عمر و عثمان فکانوا یستفتحون بالحمد لله رب العلمین لایذکرون بسم الله الرحمٰن الرحیم فی اوّل قراء ة ولا فی آخره (۱۸)۔

محمد بن مہران رازی نے ہمیں حدیث بیان کی، اس نے کہا کہ ہمیں ولید بن مسلم نے حدیث بیان کی، اس نے کہا کہ ہمیں اوزاعی نے قتادہ سے روایت کیا کہ قتادہ نے اوزاعی کو حضرت انس بن مالک کے بارے میں خبر دیتے ہوئے لکھا کہ انس نے اسے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا: میں نے نبی ﷺ، ابو بکر، عمر اور عثمان کے پیچھے نماز

پڑھی، وہ (سبھی نماز کا) آغاز الحمد لله رب العٰلمین سے کرتے تھے۔ قرأت کے اوّل و آخر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں ذکر کرتے تھے۔

امام مسلم نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد: "الوليد بن مسلم عن الاوزاعی قال: أخبرنی إسحاق بن عبدالله بن أبی طلحة" کی سند سے روایت کیا کہ اسحاق نے حضرت انس کو یہ حدیث ذکر کرتے ہوئے سنا(۱۹)۔

ولید امام مسلم کے شیخ کے شیخ ہیں اور ولید کے شیخ اوزاعی ہیں۔ پہلی سند میں اوزاعی کے شیخ قتادہ ہیں اور دوسری سند میں ان کے شیخ اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ ہیں۔ اس حدیث کو تخریج کرنے میں امام مسلم متفرد ہیں۔ اس میں قرأتِ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی واضح نفی ہے۔ بعض محدثین نے لفظ مذکور (لایذکرون) کی روایت کو معلَّل قرار دیا ہے(۲۰)۔

حافظ ابن الصلاح کی اس سے مراد امام دار قطنی ہیں، کیونکہ سب سے پہلے آپ ہی نے اسے غیر محفوظ بتایا ہے(۲۱)۔ امام دار قطنی شعبہ تک اپنی سند (ذکر کرنے) کے ساتھ یہی حدیث لائے ہیں:

حدثنا شعبة وهمام بن يحيى عن قتادة عن أنس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابابكر و عمر رضى الله عنهما لَمْ يكونوا يجهرون بسم الله الرحمٰن الرحيم (۲۲)۔

شعبہ اور ھمام بن یحیٰی نے قتادہ سے اور اس نے حضرت انس سے روایت کیا: بیشک رسول اللہ ﷺ، ابو بکر اور عمر بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے نہیں پڑھا کرتے تھے۔

امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو یزید بن ھارون، یحیٰی بن سعید قطان، حسن ابن موسےٰ اشیب، یحیٰی بن سکن، ابو عمر حوضی اور عمرو بن مرزوق وغیر ھم نے "شعبۃ عن قتادۃ عن انس" سے ان مذکورہ بالا لفظوں کے سوا روایت کیا ہے۔ مذکورہ بالا تمام راویوں نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے:

"ان رسول الله صلى الله عليه وسلم و أبابكر و عمر و عثمان كانوا يفتتحون القراء ة بالحمد لله رب العلمين" اور یہی حدیث امام ابن خزیمہ، امام بیہقیؒ، امام ابو یعلیٰ، موصلی اور امام احمد بن حنبل نے بھی تخریج کی ہے(۲۳)۔

اور "اعمش عن شعبۃ عن قتادۃ و ثابت عن انس" سے اسی طرح کے الفاظ روایت کئے گئے ہیں، اور قتادہ سے اس کے اکثر اصحاب مثلاً ھشام دستوائی، سعید بن ابی عروبہ، ابان بن یزید عطار، حماد بن سلمہ، حمید طویل، ایوب سختیانی اور سعید بن بشیر وغیر ھم نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ معمر اور ھمام نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے۔ لیکن

لفظوں میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت انس سے قتادہ وغیرہ کی روایت کی ہوئی (مذکورہ بالا) حدیث ہی محفوظ ہے[۲۴]۔

یعنی مسلم کی "لایذکرون" والی حدیث، اور دار قطنی کی " لم یکونوا یجھرون" والی حدیث محفوظ نہیں بلکہ شاذ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اکثر رواۃ نے اس حدیث میں "بسملہ" کے ذکر کا تعرض کئے بغیر "فکانوا یستفتحون القراء ۃ بالحمد للہ رب العلمین" روایت کیا ہے۔ اور امام بخاری وامام مسلم اپنی اپنی صحیح میں بالاتفاق یہی الفاظ لائے ہیں[۲۵]۔

نیز صحیح مسلم کی اس حدیث کو معلّل قرار دینے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اوزاعی سے روایت لینے والا ولید بن مسلم اگرچہ اپنے شیخ سے سماع کی تصریح بھی کردیتا ہے پھر بھی تدلیسِ تسویہّ سے کام لیتا ہے[۲۶]۔

چنانچہ حافظ زین الدین عراقی فرماتے ہیں: "بیشک ولید بن مسلم کی اوزاعی سے روایت کی ہوئی حدیث جسے امام مسلم نے تخریج کیا، معلول ہے، کیوں کہ ولید تدلیسِ تسویہّ سے کام لیتا ہے"[۲۷]۔

اور اس حدیث کو معلول کہنے والوں کا خیال ہے کہ جس راوی نے لفظ "لایذکرون" کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے اس نے اسے اس معنٰی کے ساتھ روایت کیا ہے جو اس کے پیش نظر تھا، لہذا اس راوی نے صحابی کے قول "کانوا لا یستفتحون بالحمد للہ" سے یہ سمجھ لیا کہ وہ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اس راوی نے اپنے فہم کے مطابق اسے روایت کردیا اور خطا کا ارتکاب کیا، کیونکہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ سورتوں میں سے جس سورت سے آپ قرأت کا آغاز کیا کرتے تھے، وہ "الفاتحہ" ہوتی تھی۔ اس میں بسم اللہ کے ذکر سے کوئی تعرُّض نہیں کیا گیا[۲۸]۔

ان تمام اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ولید کے مدلّس ہونے کے سبب یہ حدیث معلول نہیں ہوسکتی، کیونکہ ولید نے اوزاعی سے اپنے سماع کی تصریح کی ہے اور اوزاعی نے بھی یہ وضاحت کی ہے کہ اس نے قتادہ سے سنا تو نہیں، البتہ قتادہ نے اس کی طرف لکھ بھیجا تھا اور قتادہ نے اسے حضرت انس سے سنا تھا[۲۹]۔

اور لکھا ہوا پڑھ کر آگے روایت کرنا امام بخاری سے ثابت ہے۔ جزء القراء ۃ للبخاری کے راوی محمود بن اسحاق الخزاعی روایت کرتے ہیں:

حدثنا البخاری قال حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا الأوزاعی قال کتب إلَیَّ قتادة قال: حدثنی أنس یعنی ابن مالك قال صلیت خلف النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و أبی بکر و عمر و عثمان وکانوا یفتتحون بالحمد للہ رب العلمین[۳۰]۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ امام بخاریؒ کے ہاں لکھا ہوا روایت کرنا درست ہے۔

اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں یہ حدیث لائے ہیں:

حدثنا أبو المغیرة ثنا الأوزاعی قال کتب إلیّ قتادة قال حدثنی أنس بن مالك قال صلیتُ خلف النبی صلی اللہ علیه وسلم و أبی بکر و عمر و عثمان فکانوا یستفتحون بالحمد للّٰه رب العلمین لایذکرون بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم فی أوّل القراء ة ولا فی آخره[۳۱]۔

اور یہ ولید بن مسلم کے لئے طاقتور متابعت ہے۔ ابو المغیرہ حمص کے ثقات محدثین میں سے ہیں۔ امام بخاری نے اسے قابل حجت سمجھ کر اس سے اپنی صحیح میں حدیث تخریج کی ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ اس حدیث کو ولید کی تدلیس کے سبب معلول قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے[۳۲]۔

لیکن اگر حافظ عراقی اس حدیث کو اس سبب سے معلول قرار دیں کہ اوزاعی کے قول " إن قتادة کتب إلیه" میں مجاز پایا جاتا ہے، کیونکہ قتادہ مادرزاد نابینا تھے، لکھ نہیں سکتے تھے، اس لئے کسی اور کو اپنی طرف سے لکھنے کا حکم دیا ہو گا، اور یہ غیر شخص ہمارے ہاں مجہول الحال ہے حتیٰ کہ اگر قتادہ کو بھی اس پر اعتماد ہو تا تب بھی یہ اس کی عدالت کے ثبوت کے لئے کافی نہ ہوتا مگر اس شخص کے ہاں جو علی الابہام تزکیہ کو قبول کر لیتا ہو۔ اور یہ (علی الابہام تزکیہ قبول کرنا) حافظ عراقی کے ہاں مرجوح تصور ہوتا ہے، کیونکہ عراقی کے غیر کے ہاں، قادح کے سبب اس کے ضعیف قرار دیئے جانے کا احتمال موجود ہے۔ اب اصل بات اوزاعی کی روایت کی ہے کہ یہ (روایت) ایک مجہول شخص سے ہے جس نے قتادہ کے حکم سے "حضرت انس سے قتادہ کی روایت" اوزاعی کو لکھ کر بھیجی۔ یہ علت تو "تدلیسِ ولید" سے بھی اشد ہے جس سے سماع ولید کی تصریح اور اصحابِ اوزاعی کی طرف سے ولید کی متابعت کے سبب اس (تدلیس ولید) کا خوف جاتا رہا تھا[۳۳]۔

امام مالک نے مؤطا میں "حمید عن انس" سے روایت کیا اس (انس) نے کہا:

"میں نے ابو بکر، عمر اور عثمان کے پیچھے نماز پڑھی وہ سبھی بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھتے تھے"[۳۴]۔

امام سیوطی تنویر الحوالک میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی "کتاب الرواۃ عن مالک" میں لکھتے ہیں کہ امام مالک کے تمام اصحاب نے ان سے اسے اسی طرح موقوف روایت کیا ہے اور اسی طرح کئی ایک نے "ابی مصعب عن مالک" سے روایت کیا۔ اور اس حدیث کو سلیمان بن عبد الحمید البرانی نے: "عن ابی مصعب عن مالك عن حميد عن انس قال صليتُ مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يقرأ بسم الله الرحمٰن الرحيم و صليت وراء أبى بكر فلم يقرأ بسم الله الرحمٰن الرحيم وصليت وراء عمر فلم يقرأ بسم الله الرحمٰن الرحيم و صليت وراء عثمان فلم يقرأ بسم الله الرحمٰن الرحيم" روایت کیا ہے[۳۵]۔

سیوطیؒ مزید لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے کہا کہ اس حدیث کو ابو مصعب سے اس طرح مرفوع روایت کرنے میں سلیمان متفرد ہے۔ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق مؤطا کے جمیع رُواۃ کے ہاں یہ اس طرح موقوف ہے۔ اس حدیث کو امام مالک سے روایت کرتے ہوئے ایک جماعت نے مرفوع کر دیا، اس میں نبی ﷺ کا ذکر کر دیا حالانکہ یہ (مرفوع ہونا) محفوظ نہیں ہے۔

ولید بن مسلم، ابو قرہ موسےٰ بن طارق اور اسماعیل بن موسےٰ السدّی سب نے "مالک عن حمید عن أنس" سے روایت کیا کہ اس (انس) نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عمر اور عثمان کے پیچھے نماز پڑھی، وہ سبھی نماز شروع کرتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھا کرتے تھے۔

عبد اللہ بن وھب کے بھتیجے نے اپنے چچا ابن وھب سے اس نے عبید اللہ بن عمر اور مالک بن انس سے، اور سفیان بن عیینہ نے حمید سے اس نے انس سے (یہ) حدیث روایت کی: "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لايجهر بالقراءة بسم الله الرحمٰن الرحيم" بے شک رسول اللہ ﷺ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی قرأت اونچی نہیں کیا کرتے تھے۔"

اس حدیث کو حضرت انس سے قتادہ، ثابت بنانی وغیر ھما نے روایت کیا۔ سب نے اسے مسند ذکر کرتے ہوئے اس میں نبی ﷺ کا ذکر کیا مگر ان میں اس (حدیث) کے لفظوں کا بہت اضطراب اور متدافع اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس (حدیث) میں بعض کہتے ہیں "كانوا لا يقرءون بسم الله الرحمٰن الرحيم" اور ان میں سے بعض کہتے ہیں: "كانوا لايجهرون بسم الله الرحمٰن الرحيم" اور ان میں سے بعض نے کہا ہے: "كانوا يجهرون بسم الله الرحمٰن الرحيم" اور ان میں سے بعض نے کہا: "كانوا لايتركون بسم الله الرحمٰن الرحيم" اور ان میں سے بعض نے کہا: "كانوا يفتتحون القراءة بالحمد لله رب العٰلمين"۔ خطیب نے کہا کہ یہ ایسا اختلاف ہے جس کے ساتھ کسی فقیہ کے لئے حجت قائم نہیں ہو سکتی[۳۶]۔

چونکہ امام مالک نے (حمید سے) روایت کرنے میں حفاظ کی مخالفت کی ہے، اس لئے امام شافعی نے حمید کی روایت کو معلّل قرار دے دیا[۳۷]۔

امام شافعی فرماتے ہیں اگر کوئی کہنے والا کہے کہ جو مالک بن انس نے روایت کیا اس نے اسے یاد رکھا، تو اسے جواباً کہا جائے گا کہ سفیان بن عیینہ، فزاری، ثقفی اور سات یا آٹھ اشخاص جن سے میں ملا ہوں، انہوں نے بالاتفاق مالک کی مخالفت کی ہے۔ اور ایک کے مقابلہ میں زیادہ تعداد بہتر یاد رکھ سکتی ہے۔

لہٰذا امام شافعی نے اپنی روایت کردہ حدیث: "عن سفیان عن ایوب عن قتادة عن أنس قال کان النبی صلی اللہ علیه وسلم و ابوبکر و عمر یفتتحون القراء ة بالحمد للہ رب العٰلمین." کی وجہ سے ان حفاظ کی روایت کو راجح قرار دیا[۳۸]۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ام القرآن کے بعد پڑھا جاتا اس سے پہلے اسے پڑھتے تھے، اور یہ معنٰی نہیں کہ وہ بسم اللہ چھوڑ دیتے تھے[۳۹]۔

امام سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ حافظ ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے کہ قتادہ کے اصحاب کے اس حدیث کو روایت کرنے میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے بسم اللہ کا سقوط لازم آتا ہو، اور یہی الفاظ صحیحین میں متفق علیہ ہیں اور زیادہ تر کی یہی روایت ہے۔ اور حضرت انسؓ سے ثابت بنانی اور اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بھی اسے ایسے ہی روایت کیا۔ اور جو حدیث امام شافعی نے روایت کی ہے یہی حدیث دار قطنی میں واضح الفاظ "فکانوا یستفتحون بأم القرآن" کے ساتھ روایت کی گئی ہے[۴۰]۔

امام سیوطیؒ لکھتے ہیں:

"ویقولون إن أکثر روایة حمید عن أنس إنما سمعها من قتادة وثابت عن أنس، ویؤید ذٰلك أن ابن عدی صرّح بذکر قتادة بینه ما فی ھذا الحدیث۔فتبین انقطاعها "[۴۱]۔

حافظ ابن عبدالبرؒ محدثین کا قول ذکر کرتے ہیں کہ حمید کی حضرت انس سے اکثر روایتیں، قتادہ اور ثابت بنانی کے واسطہ سے سنی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابن عدی نے اس حدیث میں حمید اور انس کے درمیان قتادہ کے ذکر کی وضاحت کی ہے، لہٰذا اس سند کا انقطاع واضح ہو گیا"۔

انقطاع کی توضیح

حافظ ابن حجر اس انقطاع کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس (عبارت) سے یہ وہم پڑتا ہے کہ حمید نے حضرت انس سے اصلاً نہیں سنا بلکہ اس سے تدلیسًا روایت کیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ حمید نے حضرت انس سے یقیناً سنا ہے لیکن اس نے اس حدیث کو "کلھم کان لا یقرأ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" الفاظ کے ساتھ موقوفاً روایت کیا ہے۔ اور یہ امام مالک کی روایت میں ہے، جیسا کہ مؤطا کے تمام نسخوں میں موجود ہے۔ بعض نے اس روایت کو حمید کی طرف سے مرفوع روایت کر دیا حالانکہ یہ وہم ہے، جس کی وضاحت دارقطنی نے "غرائب مالک" میں اور ابن عبد البرّ نے "التمہید" میں کی ہے"(۴۲)۔

حافظ ابن عبد البرّ اس حدیث کو اختلافِ الفاظ کے سبب مضطرب قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"بعض راوی "صلیتُ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و أبی بکر و عمر" کہتے ہیں، بعض عثمان کا ذکر کرتے ہیں اور بعض ابو بکر و عثمان پر اقتصار کرتے ہیں، اور بعض "فکانوا لایقرؤن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کا ذکر نہیں کرتے۔ اور بعض "فکانوا لایجھرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کہتے ہیں۔ اور بعض "فکانوا یجھرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کہتے ہیں، اور بعض "فکانوا یفتتحون القراء ۃ بالحمد للہ رب العٰلمین" کہتے ہیں اور کچھ "فکانوا یقرؤن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کہتے ہیں اور اضطراب قابل حجت نہیں ہو سکتا"(۴۳)۔

حافظ ابن حجر اسے محل نظر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کانوا یقرؤن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور "کانوا یجھرون" ان دونوں روایتوں میں سے کوئی بھی ثابت نہیں ہے، کیونکہ خطیب بغدادی نے حدیث انس کے طرق بالاستیعاب ذکر کئے ہیں، اور یہ دونوں لفظ، منقطع اور اہی اسناد سے وارد کئے ہیں(۴۴)۔

حافظ ابن عبد البرّ نے جن الفاظ کو متخالف قرار دیا، ان میں سے صرف تین الفاظ: "(۱) لا یجھرون (۲) لایقرؤن (۳) یفتتحون بالحمد للہ رب العٰلمین" قابل ذکر ہیں۔ اور ان الفاظ کو عدم جہر پر محمول کرتے ہوئے ان میں جمع و تطبیق ممکن ہے(۴۵) کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت انس سے مروی ہے:

قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان فلم اسمع احدا منھم یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ، ابو بکر، عمر اور عثمانؓ کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا"۔

اس سے متصل مابعد حدیث کی سند امام مسلم یوں ذکر کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن المثنٰی قال نا أبوداؤد قال نا شعبة فی هذا الإسناد و زاد قال شعبة: فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ اَسَمِعْته مِنْ اَنَسٍ قَالَ: نَعَمْ ، نَحْنُ سَأَلْنَاه عَنْه(۴۶)۔

شعبہ نے اس سند میں اضافہ کیا، اور شعبہ نے کہا کہ میں نے قتادہ سے کہا: کیا آپ نے حضرت انس سے سنا ہے؟ تو قتادہ نے کہا: ہاں! ہم نے اس بارے میں اُن سے سوال کیا تھا۔

ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت انسؓ سے جو سوال کیا گیا، وہ عدم سماع قرأت کے بارے میں تھا نہ کہ اس بارے میں کہ کس سورت سے آغاز کیا جائے؟(۴۷)۔

اور ابویعلیٰ اپنی مسند میں "أحمد بن إبراهيم الدورقی ثنا أبو داؤد عن شعبة عن قتادة عن أنس قال صليت خلف رسول الله و خلف أبی بكر و خلف عمر و خلف عثمان فلم يكونوا يستفتحون بسم الله الرحمٰن الرحيم" حدیث لائے ہیں(۴۸)۔

حافظ ابن حجرؒ نے ذکر کیا ہے کہ شعبہؒ کہتے ہیں کہ میں نے قتادہؒ سے کہا: کیا آپ نے انس سے سنا ہے؟ تو قتادہ نے کہا: ہاں! میں نے انس سے سوال کیا تھا(۴۹)۔

اسی طرح "مستخرج ابی نعیم" میں عمرو بن مرزوقؒ نے شعبہ سے "يستفتحون بالحمد لله رب العٰلمين" کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے، اور اس میں "نحن سألناه عن ذٰلك" کے الفاظ آئے ہیں(۵۰)۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے سوال کرنے والے قتادہؒ کے علاوہ دوسرے شخص ابوسلمہ ہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند(۵۱) میں اور امام ابن خزیمہ نے شیخین کی شرط پر سند کے ساتھ روایت کیا(۵۲):

> أنَّ ابا سلمة سأله اكان رسول الله صلی الله عليه وسلم يفتتح بالحمد لله رب العلمين أو ببسم الله الرحمٰن الرحيم فقال: إنك سألتنی عن شیء ما أحفظه وما سألنی عنه أحد قبلك(۵۳)۔
>
> ابوسلمہ نے انس سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ الحمد للہ رب العلمین سے افتتاح کیا کرتے تھے یا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے؟ تو حضرت انس نے جواب دیا کہ تو نے مجھ سے ایسی چیز کے بارے سوال کیا جو مجھے یاد نہیں اور تجھ سے پہلے اس بارے میں مجھ سے کسی نے سوال نہیں کیا۔

اس سے واضح ہوا کہ قتادہ کا سوال ابو سلمہ کے سوال کے مخالف نہیں ہے۔ ان دونوں سوالوں کے مابین جمع و تطبیق میں یہ کہنا چاہئے کہ ابو سلمہ کا سوال، قتادہ کے سوال سے پہلے کا ہے۔ اس کی دلیل ابو سلمہ کی روایت میں انس کا قول "لَمْ یسألنی عنہ احد قبلک" ہے۔ گویا اس وقت انسؓ کو یاد نہیں تھا، اس لئے آپؓ نے جواباً "ما احفظہ" کہہ دیا۔ پھر جب اس بارے آپ سے قتادہ نے سوال کیا تو آپ کو وہ (جو یاد نہیں تھا) یاد آ گیا اور اس بارے جو کچھ آپ کو محفوظ تھا آپ نے بیان کر دیا[۵۴]۔

مسلم کی حدیث شاذ نہیں ہے

صحیح مسلم کی حدیث کو شاذ کہنا، جیسا کہ دار قطنی نے ذکر کیا محلّ نظر ہے۔ کیونکہ اس سے ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینا لازم ٹھہرتا ہے۔ عدم جہر کی یہ روایت جس کے رُواۃ میں قتادہ سے روایت لینے والے شعبہ جیسے محدّث ہوں، اس پر شُذوذ کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے؟

تطبیق

ان دونوں روایتوں میں یوں تطبیق دی جا سکتی ہے کہ قرأءت بسم اللہ کی نفی کو عدم سماع پر محمول کیا جائے تو عدم جہر میں دونوں روایتوں کے مابین مطابقت پیدا ہو جائے گی[۵۶] چنانچہ بہت ساری احادیث سے اس تطبیق کو تقویت ملتی ہے۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "حدثنا وکیع ثنا شعبة عن قتادة عن انس......فکانوا لایجھرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہمیں وکیع نے شعبہ سے اس نے قتادہ سے اس نے انس سے روایت کیا...... کہ وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم جہراً نہیں پڑھا کرتے تھے[۵۷]۔

اسی طرح اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں "غندر عن شعبة اور محمد بن جعفر عن شعبة" کے طریق سے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں "محمد بن جعفر عن شعبة" کے طریق سے تخریج کیا ہے[۵۸]۔

اور محدّث ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں یوں روایت کیا:

أخبرنا عمر بن إسماعيل بن أبي غيلان الثقفي والصوفي وغيرهم قالوا حدثنا على بن الجعد قال اخبرنا شعبة و شيبان عن قتادة قال سمعت أنس بن مالك قال صلّيت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم و أبي بكر و عمر و عثمان رضوان الله عليهم فلما سمع أحدًا يجهر ببسم الله الرحمٰن الرحيم[۵۹]۔

ان الفاظ کو دار قطنی نے بھی "بغوی عن علی بن الجعد" سے روایت کیا ہے[۶۰]۔

اور صحیح ابن حبان کے مرتب ابن بلبان نے تو اس پر یوں باب باندھا ہے: "ذکر الخبر المدحض قول من زعم أن قتادة لم يسمع هذا الخبر من أنس"(یعنی جو شخص گمان کرتا ہے کہ قتادہ نے انس سے یہ حدیث نہیں سنی، اس کے قول کو باطل قرار دینے والی حدیث کا ذکر)(٦١)۔

اصحاب قتادہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کو قتادہ سے اسی طرح روایت کیا۔ اور شعبہ کے حفاظ شاگردوں کی ایک جماعت نے اسے شعبہ سے اسی طرح روایت کیا اور کچھ دوسروں نے اس حدیث کو اُس سے لفظ افتتاح کے ساتھ روایت کیا ہے، لہٰذا ظاہر ہوا کہ قتادہ اسے دونوں طریقوں پر روایت کیا کرتے تھے اور ایسا ہی شعبہ کیا کرتے تھے۔ اس پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یونس بن حبیب نے "مسند ابی داؤد الطیالسی" میں اسے "ابو داؤد عن شعبة" سے لفظ افتتاح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ محمد بن مثنیٰ اور یحییٰ بن ابی طالب نے اسے ابو داؤد طیالسی کے طریق سے "لا یجھرون" لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے(٦٢)۔

هذا ما عندی والله أعلم بالصواب

حواشی وحوالہ جات

۱۔ امام حاکم نیشاپوری، محمد بن عبداللہ، ابوعبداللہ: معرفت علوم الحدیث (تعلیق و تصحیح سید معظم حسین) دار احیاء العلوم، بیروت،۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء ص:۱۱۲۔

۲۔ ایضاً، احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سن ندارد، ص:۶۵، امام سیوطی، عبدالرحمان بن ابی بکر، جلال الدین، تدریب الراوی شرح التقریب للنووی، مکتبۃ علمیۃ، مدینۃ منورۃ، ۱۹۵۹ء/۱۳۷۷ھ، ص:۱۶۱۔

۳۔ احمد محمد شاکر: الباعث الحثیث: ص:۶۵۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ ابن الصلاح، عثمان بن عبدالرحمان، مقدمۃ ابن الصلاح، فاروقی کتب خانہ، ملتان، سن ندارد، ص:۴۳۔

۶۔ حافظ ابن حجر عسقلانی احمد بن علی بن حجر، ابوالفضل، شہاب الدین، النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح (تحقیق و دراسۃ: ڈاکٹر ربیع بن ھادی عمیر) جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ،۱۹۸۴ء/۱۴۰۴ھ، ۲/۷۴۶۔

۷۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/۷۴۷۔

۸۔ امام مسلم، مسلم بن حجاج، القشیری، النیشابوری، صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب حجۃ من قال لایجھر بالسملۃ، حدیث ۲ ۸۹، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض،۱۹۹۸ء/۱۴۱۹ھ، ص: ۱۶۹۔

۹۔ حافظ ابن حجر العسقلانی: النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/ ۷۴۷۔

۱۰۔ السیوطی، تدریب الراوی، ص: ۱۶۳۔

۱۱۔ ابن الصلاح، مقدمۃ ابن الصلاح، ص:۴۳۔

۱۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/۷۴۷۔

۱۳۔ السیوطی، تدریب الراوی: ص:۱۶۳۔

۱۴۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/۴۸، ۲/۷۴۷، امیر صنعانی، محمد بن اسماعیل الحسنی صاحب سبل الاسلام، توضیح الافکار، دار احیاء التراث العربی، بیروت،۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء، ۲/۳۲۔

۱۵۔ ایضاً: ص۲/۷۴۸، ایضاً ۲/۳۲۔

۱۶۔ امیر صنعانی، توضیح الافکار، ۲/۴۲۱۔

۱۷۔ ایضاً: ۲/۳۳۔

۱۸۔ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب حجۃ من قال لایجھر بالبسملۃ، حدیث:۸۹۲، ص:۱۶۹۔

۱۹۔ ایضاً، حدیث ۸۹۳: ص: ۱۷۰۔

۲۰۔ ابن الصلاح، مقدمۃ ابن الصلاح، ص: ۴۳۔

۲۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/۷۶۶۔

۲۲۔ امام دار قطنی، علی بن عمر، ابوالحسن: سنن الدار قطنی، کتاب الصلاۃ، باب ذکر اختلاف الروایۃ فی الجھر بسم اللہ الرحمن الرحیم، حدیث: ۶، نشر السنۃ، ملتان، سن ندارد: ص: ۱/۳۱۶۔

۲۳۔ امام دار قطنی، سنن الدار قطنی، ص ۱/۱۶، امام ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، ابو بکر، صحیح ابن خزیمہ المکتبۃ الاسلامی، بیروت، ۱۹۷۱ء ص: ۱/۲۴۸، امام بیہقی، احمد بن حسین بن علی، ابو بکر، معرفۃ السنن والآثار عن الامام الشافعی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء، ۱/۵۲۳، امام ابویعلیٰ، احمد بن علی بن مثنیٰ، الموصلی، مسند ابی یعلیٰ (تعلیق و تخریج: حسین سلیم اسد)، دارالمامون للتراث، دمشق، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء، ۵/۴۳، امام احمد بن حنبل، المسند، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء، ۳/۲۰۳۔

۲۴۔ امام دار قطنی، سنن دار قطنی، ۱/۳۱۶۔

۲۵۔ امام بخاری: صحیح البخاری، کتاب الآذان، باب مایقول بعد التکبیر، حدیث ۷۴۳، ص: ۱۲۱، امام مسلم: صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب حجۃ من قال......الخ، حدیث ۱۹۲: ص ۹۴۱؛ باب مایجمع صفۃ الصلاۃ، حدیث ۱۱۱۰، ص: ۲۰۴۔

۲۶۔ السیوطی: تدریب الراوی: ص ۱۶۵۔

۲۷۔ زین الدین عراقی، عبدالرحیم بن حسین، الحافظ: التقیید والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح: مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ: الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۹ھ/۱۹۹۹ء: ص: ۱۲۰۔

۲۸۔ حافظ ابن الصلاح: مقدمۃ ابن الصلاح: ص: ۴۳۔

۲۹۔ حافظ ابن حجر عسقلانی: النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/۷۵۴، ۷۵۳۔

۳۰۔ امام بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ: جزء القراءۃ خلف الامام، مطبع علیمی، دہلی: سن ندارد، ص ۱۶۔

۳۱۔ امام احمد بن حنبل، المسند، ۳/۲۲۴، ۲۲۳۔

۳۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی: النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/۷۵۵۔

۳۳۔ ایضاً، ۲/۷۵۶، ۷۵۵۔

۳۴۔ امام مالک، مالک بن انس الاصبحی: المؤطا (مع تنویر الحوالک)، مکتبہ مصطفےٰ الحلبی واولادہ بمصر: ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء: ص: ۸۷۔

۳۵۔ السیوطی، عبدالرحمان بن ابی بکر، جلال الدین، الشافعی: تنویر الحوالک (ذیل المؤطا لمالک): مکتبۃ مصطفیٰ الحلبی واولادہ بمصر: ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء: ص: ۸۷۔

۳۶۔ ایضاً؛ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، ابو عمر الاندلسی: التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید: المکتبۃ التجاریہ، مکۃ المکرمۃ، ۲/۲۵۰۔

۳۷۔ السیوطی: تدریب الراوی: ص: ۱۶۵۔

۳۸۔ السیوطی: تدریب الراوی: ص ۱۶۴؛ امام بیہقی: معرفۃ السنن والآثار عن الشافعی، ۱/۵۲۳۔

۳۹۔ ایضاً۔

۴۰۔ ایضاً: ص: ۱۶۵۔

۴۱۔ ایضاً: ص: ۱۶۴۔

۴۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی: النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/۷۵۸؛ حافظ ابن عبد البرؒ، یوسف بن عبد اللہ، ابو عمر، القرطبی: التمہید لما فی الموٴطا من المعانی والاسانید: المکتبۃ القدوسیۃ، لاہور: ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۴ء، ۲/۲۲۸۔۲۰۳۔

۴۳۔ حافظ ابن عبد البر: التمہید:، ۲/۲۲۸،۲۲۹۔

۴۴۔ حافظ ابن حجر عسقلانی: النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/۷۵۳۔

۴۵۔ ایضاً۔

۴۶۔ امام مسلم: صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، حدیث ۸۹۱: ص: ۱۶۹۔

۴۷۔ حافظ ابن حجر عسقلانی: النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/۷۶۰۔

۴۸۔ ابو یعلیٰ موصلی: مسند ابی یعلیٰ، ۶/۱۸۔

۴۹۔ حافظ ابن حجر عسقلانی: النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/۷۶۱،۷۶۰۔

۵۰۔ ایضاً، ۲/۷۶۰،۷۶۱۔

۵۱۔ امام احمد بن حنبل: المسند، ۳/۱۹۰۔

۵۲۔ یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ میں نہیں مل سکی۔

۵۳۔ السیوطی: تدریب الراوی: ص: ۱۶۵۔

۵۴۔ ایضاً؛ امام بیہقی: معرفۃ السنن والآثار عن الشافعی، ۱/۵۲۴۔

۵۵۔ حافظ ابن حجر عسقلانی: النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/۷۶۲۔

۵۶۔ ایضاً، ۲/۷۶۶۔

۵۷۔ امام احمد بن حنبل: المسند، ۳/۱۷۹۔

۵۸۔ امام مسلم: صحیح مسلم: حدیث نمبر ۸۹۰: ص: ۱۶۹، امام ابن خزیمہ: صحیح ابن خزیمہ، ۱/۲۴۹۔

۵۹۔ الامیر الفارسی، علی بن بلبان: الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان: مکتبۃ الاثریۃ، سانگلہ ہل، پاکستان: سن ندارد، ۴/۱۴۴۔

۶۰۔ امام دار قطنی: سنن الدار قطنی، ۱/۳۱۴۔

۶۱۔ ابن حبان: الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ۴/۱۴۴۔

۶۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی: النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح، ۲/۸۶۷؛ الطیالسی، سلیمان بن داؤد بن الجارود، الفارسی: مسند ابی داؤد الطیالسی: مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، حیدر آباد، دکن: الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء: ص: ۲۶۶۔